کیا غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی

از مولوی مجیب اللہ صاحب ندوی غازیپوری

عام ارباب سیر و مغازی کی رائے ہے کہ غزوہ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر چند حضرات جن میں حافظ ابن کثیر، موسیٰ ابن عقبہ اور واقدی بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اور غزوات کی طرح اس غزوہ میں بھی فتح ہوئی، مال غنیمت ہاتھ آیا اور لونڈی و غلام بھی اسیر ہوئے۔

ہر فریق اپنے دعوی پر دلائل رکھتا ہے، یہاں طرفین کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں ناظرین خود فیصلہ کرلیں گے کہ کس کے دلائل قوی ہیں۔

غزوہ موتہ کا سبب اور واقعہ

۸ھ میں حارث ابن عمر اسلام کے سفیر بن کر شرحبیل ابن عمر کے پاس روانہ کئے جاتے ہیں۔ شرحبیل ان کو قتل کرا دیتا ہے، چونکہ اسلام اپنے فرزندوں کے خون کا بھی محافظ ہے اس لئے داعی اسلام اس کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک چھوٹی سی فوج روانہ کی جاتی ہے۔ ادہر سرفروشانِ اسلام سرفروشی کے لئے روانہ ہوتے ہیں ادھر جاسوسوں کے ذریعہ دشمنوں کو اس نقل و حرکت کی خبر لگ جاتی ہے وہ بھی مقابلہ کے لئے میدان میں آجاتے ہیں۔ دونوں فوجیں مقابل ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کے سپہ سالار آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق زید ابن حارثہؓ ہوتے ہیں۔ انھیں شہادت نصیب ہوتی ہے، پھر جعفر طیارؓ اور ان کے بعد عبداللہ ابن رواحہ علم ہاتھ میں لیتے ہیں اور انھیں بھی یکے بعد دیگرے شہادت نصیب ہوتی ہے۔ شاید اس کے بعد مسلمانوں کے پیر اکھڑ جاتے مگر اسلام کی ترکش کا ایک تیر[1] اور باقی تھا جس کا نشانہ کبھی بھی خطا نہیں گیا۔ اس دفعہ بھی وہ نشانہ پر جا لگا اور عین یاس و غم کے وقت اس نے ساری فوج کو یکہ و تنہا فتح و کامرانی کے ساتھ بچا لیا۔

[1] حضرت خالدؓ

اس موقع پر ابن اسحاق اور ان کے ساتھ عام ارباب سیر و مغازی یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا لشکر شکست خوردہ میدانِ جنگ سے بھاگ آیا کیونکہ جب لشکر مدینہ پہنچا تو مدینہ کے لوگ بجائے غمخواری و دلجوئی کے (جیسا کہ دیگر غزوات میں کرتے تھے) اس کے اوپر خاک پھینکتے اور یہ کہتے تھے۔ او فرار یو! او فرار یو! یہ سن کر آنحضرت نے ان کی دلجوئی کے لئے یہ ارشاد فرمایا لیسوا بالفرارین ولکنھم الکرار ون[1] انشاء اللہ (انشاء اللہ یہ آئندہ حملہ آور رہوں گے) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر لشکر شکست خوردہ نہ آیا ہوتا تو خاک پھینکنے اور ان کو فراری کہنے کے کیا معنی تھے؟ اگر وہ فتحیاب آتے تو ان کی دلجوئی کی جاتی نہ کہ دلشکنی؟ کیا اور کسی غزوہ میں بھی ایسا ہوا؟

دوسری روایت جو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔ ان خالدا حاش بالقوم حتی تخلصوا من الروم وعرب النصاریٰ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا بچنا بہت ہی دشوار ہوگیا تھا مگر حضرت خالدؓ کی جانفشانی اور حسن تدبیر کا نتیجہ تھا کہ پراگندگی کے بعد مسلمان بچکر بھاگ سکے جیسا کہ ”تخلصوا“ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔

مگر حافظ ابن کثیر اسے تسلیم نہیں کرتے اور فرماتے ہیں غزوۂ موتہ میں بھی مسلمانوں کو دیگر غزوات کی طرح فتح نصیب ہوئی اور وہاں سے بھی مسلمان کامیاب و کامران واپس آئے ان کے شکست نہ تسلیم کرنے کے متعدد وجوہ ہیں۔

سب سے پہلی بات جو وہ اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب مدینہ سے فوج روانہ کی جاتی ہے تو آنحضرتؐ زید بن حارثہ کو امیر جیش مقرر فرماتے ہیں چونکہ وہ غلام تھے اس وجہ سے مسلمانوں میں چہ میگوئیاں ہوتی ہیں حضرت جعفرؓ اٹھکر اعتراض کرتے ہیں آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔ وامض فانک لا تدری (تم گزرو تمہیں راز کیا معلوم) جب فوج مدینہ سے روانہ ہو جاتی ہے تو اس کے کئی دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

فقال اخبرکم عن جیشکم ھذا[2] آپ نے فرمایا میں اس لشکر کے متعلق اطلاع دیتا ہوں کہ وہ

---

[1] ابن ہشام۔ [2] بیہقی عن خالد بن سمیر۔

انطلقوا فلقوا عدو الله فقتل	لشکر یہاں ہو گیا اور دشمنانِ خدا کے مقابل ہوا تو اس
زید شہیدا فاستغفر له ثم	مقابلہ میں سب سے پہلے زیدؓ شہید ہوئے پھر آپ نے
اخذ اللواء جعفر فشد	دعاءِ مغفرت کی پھر جعفرؓ نے ہاتھ میں علم لیا انھوں نے
علی القوم حتی قتل شہیدا	بڑے زور شور سے حملہ کیا آخر کار وہ بھی شہید ہوئے آپ نے
شهد له بالشهادة واستغفر له ثم	ان کی شہادت کی تصدیق اور دعاءِ مغفرت کی ان کے
اخذ اللواء عبد الله بن رواحه	بعد عبداللہ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا اور بڑی ثابت
فاثبت قدمیه حتی قتل شهیدا فاستغفر له	قدمی سے لڑے اور انھیں بھی شہادت نصیب ہوئی پھر
ثم اخذ اللواء خالد بن ولید ولم یکن	خالد نے علم لیا وہ پہلے سے امیر مقرر نہیں تھے مگر موقع کے
من الامراء هو امر نفسه ثم قال اللهم	مطابق خود علم ہاتھ میں لیا، اے اللہ یہ تیری تلواروں
انه سیف من سیوفك انت تنصره	میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد کر"

اس روایت کے آخری الفاظ "اللهم انه سیف من سیوفك انت تنصره" سے اتنا صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مدد اور فتح کی دعا فرمائی اس کے ساتھ دوسری روایت بخاری کی ملالی جائے تو اس دعا کی مقبولیت کا بھی پتہ چل جائے گا۔

عن انس بن مالك ان رسول الله	انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے قبل اس کے
نعی زیدا وجعفرا وبن رواحه	کہ میدان سے کوئی خبر آئے زیدؓ جعفرؓ و ابن رواحہؓ کی
للناس قبل ان یاتیهم خبر	شہادت کی خبر لوگوں کو دیدی اور فرمایا کہ پہلے زیدؓ نے
فقال اخذ الرایة زید فاصیب	علم لیا اور وہ شہید ہوئے پھر جعفرؓ نے لیا وہ بھی شہید ہوئے
ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن	پھر ابن رواحہؓ نے علم لیا وہ بھی شہید ہوئے حتی کہ اللہ
رواحه فاصیب وعیناه تذرفان	نے اپنی تلواروں میں سے ایک تلوار کے ہاتھوں
حتی اخذ الرایة سیف من سیوف	اپنے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمائی"

الله حتی فتح الله علیهم" (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۱۱ باب غزوہ موتہ)

ان روایتوں سے تصریحی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت خالد نے اپنے ہاتھ میں علم لیا تو آپ نے مدد کی یہ دعا فرمائی (اللھم انہ سیف من سیوفک انت تنصرہ) پھر جب آپ کو اس سے پہلے کہ میدانِ جنگ سے کوئی اطلاع آئے وحی کے ذریعہ خبر لگ جاتی ہے تو پھر آپ مدینہ کے عام مسلمانوں کو ہر ایک کی شہادت کی تفصیلی طور پر شہادت دیتے ہیں اور پھر خالد کے ہاتھوں فتح اور کامرانی کی خوشخبری سناتے ہیں۔

اس تفصیل کے بعد مسلمانوں کی شکست کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود یہ الفاظ ہیں حتی فتح اللہ علیھم اور وہ بھی وحی کے ذریعہ بتلائے ہوئے الفاظ کیونکہ جس وقت آنحضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا کوئی خبر میدان جنگ سے نہیں آئی تھی۔

مگر یہ بات ذرا سمجھ میں نہیں آتی کہ جب فتح نصیب ہوئی لشکرِ اسلام کامران واپس آیا تو پھر مدینہ کے لوگ ان کامرانوں پر عطر و بخور چھڑکنے کے بجائے خاک کیوں پھینک رہے تھے؟ ان کو فرارو! بھگیڑو! کے خطابات کیوں مل رہے تھے؟ بجائے غمخواری کے دلشکنی کیوں کی جارہی تھی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود تسلی کے الفاظ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

یہ وہ اشکالات ہیں جو طبعی طور پر ایک شخص کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور بظاہر ان کا حل بھی کچھ دشوار سا معلوم ہوتا ہے مگر یہ دشواریاں، پیچیدگیاں اور اشکالات تمام روایات کو سامنے رکھنے کے بعد حل ہوجاتے ہیں اور حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

تمام مذکورہ بالا روایتوں کو سامنے رکھنے کے بعد یہ نتیجہ بآسانی نکالا جاسکتا ہے۔

ابن اسحاق جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ روایت بمقابلہ دوسری روایتوں کے کمزور اور مرسل اور غریب ہے اسے صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو یہ کہنے میں ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ ابن اسحٰق کو وہم ہوگیا ہے[1] اور کئی واقعے کو ایک واقعہ تصور کرکے خلط مبحث کردیتے ہیں جس سے روایتوں کا صحیح مفہوم سمجھنا تقریباً دشوار ہوجاتا ہے اور واقعہ کی اصلی صورت محو ہوجاتی ہے۔

---

[1] ابن کثیر البدایہ والنہایہ۔

واقعہ کی اصلی صورت یوں ہے۔

(۱) جب لشکر اسلام کفار کے مقابلہ میں پہنچا تو مسلمانوں پر ان کی ظاہری[۱] شان و شوکت اور تعداد[۲] کی کثرت کا اثر ہوا اور بعض لوگ مرعوب ہو کر بغیر جنگ میں شریک ہوئے مدینہ واپس آگئے۔

(۲) ان کے واپس آنے کے بعد جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ ثابت قدمی سے لڑے مگر سپہ سالاران اسلام کے پے بہ پے شہید ہونے کے بعد مسلمان اس طرح گھر گئے تھے کہ ان کا نکلنا دشوار ہو گیا تھا۔ حضرت خالدؓ اپنی حکمت عملی سے اس روز لشکر کو کسی طرح بچا لائے جیسا کہ حاش[۳] بالقوم حتی تخلصوا سے معلوم ہوتا ہے اور آپ نے غالباً شدت بلا کے وقت دعا کے الفاظ فرمائے تھے انت[۴] تنصرہ (اے اللہ! تو مدد فرما)

(۳) اس کے بعد دوسرے روز حضرت خالدؓ نے فوج کی ترتیب[۵] بدل دی۔ میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ کی جگہ اسی طرح ساقہ اور مقدمہ کو بدل کر میدان میں آئے فوج کی ترتیب بدل جانے سے کفار نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو کمک آگئی ہے وہ مرعوب ہونے لگے ان کی ہمتیں چھوٹنے لگیں۔ ادھر حضرت خالدؓ نے پورے زور شور سے حملہ کر دیا جیسا کہ آپ کے ہاتھ سے نو تلواریں[۶] ٹوٹیں یہ اسی دن کا واقعہ ہے۔ کفار پہلے ہی سے مرعوب تھے ان کی طبعتیں پست تھیں اس نئے حملے کی تاب نہ لاسکے اور شکست خوردہ بھاگے مسلمان چونکہ کافی تھک چکے تھے اس لئے انھوں نے تعاقب نہیں کیا اور آنحضرتؐ کی دعا کی برکت تھی کہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

یہ ہے صورت واقعہ جس کو ابن اسحاق کی غلط فہمی نے ایسا پیچیدہ بنا دیا تھا کہ جس سے کسی قطعی فیصلہ پر پہنچنا نہایت ہی دشوار ہو گیا تھا یہ ابن کثیر ہی کی دیدہ ریزی اور دقیق النظری ہے جنھوں نے اس حقیقت کو واضح کیا۔

نیز اس کی تائید پوری طرح ایک اور واقعہ سے بھی ہو جاتی ہے جس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے آسانی کے لئے پورا واقعہ بعینہ درج کر دیا جاتا ہے۔

---

۱ بیہقی۔ ۲ جیسا کہ بعض روایتوں میں دو لاکھ تعداد بتائی جاتی ہے۔ ۳ مفصل روایت اوپر گذر چکی ہے۔
۴ روایت اوپر آچکی ہے ۵ بیہقی ۶ بخاری شریف غزوہ موتہ ص ۶۱۱ ج ۲۔

عن عوف بن مالك الاشجعي قال
خرجت مع من خرج مع زيد بن
حارثة من المسلمين في غزوة
موتة ومددي من اليمن ليس
معه غير سيفه فنحر رجل من
المسلمين جزوراً فساله المددي
طابقة عن جلده فاعطاه اياه
فاتخذ كهيئة الدرقة ومضينا
فلقينا جمع الروم وفيهم رجل
على فرس له اشقر عليه سرج
مذهب وسلاح مذهب فجعل
الرومي يغري بالمسلمين وقعد له
المددي خلف صخرة فمر به الرومي
فعرقب فرسه وعلاه فقتله واخذ فرسه
وسلاحه فلما فتح الله المسلمين بعث
اليه خالد يأخذ من السلب قال عوف
فاتيته فقلت يا خالد اما علمت
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قضى بالسلب للقاتل قال بلى
ولكني استكثرته فقلت بل لتردنه او
لاعرفنكما عند رسول الله صلعم

عوف بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں میں سے
غزوہ موتہ میں شریک ہوئے میں بھی ان کے ساتھ شریک تھا
اور ایک شخص مددی یمنی بھی تھا اس کے پاس صرف ایک
تلوار تھی ایک شخص نے ایک اونٹ ذبح کیا تو مددی نے اس
سے ایک چمڑے کا ٹکڑا طلب کیا اس نے دیدیا تو مددی
ڈھال کی طرح اسے بنالایا ہم لوگ چلے اور رومی
فوج کے مقابل ہوئے ایک رومی کے پاس ایک گھوڑا
تھا جو سنہری زین اور سنہرے اوزار سے مزین تھا رومی نے
مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو ورغلانا شروع کیا اور
مددی اس کے گھات میں ایک چٹان کا آڑ دیکر بیٹھ گیا
جب رومی ادہر سے گذرا تو اس نے پشت پر سے حملہ کیا
اور اس کے سینے پر سوار ہو گیا اور قتل کر دیا اور سامان
اور گھوڑے کو اپنے پاس رکھ لیا جب مسلمان فتحیاب
ہو گئے تو خالد نے ایک شخص کو مددی کے پاس رومی کا
سامان لینے کے لئے روانہ کیا عوفؓ خالدؓ کے یہاں
آئے اور ان سے کہا کہ اے خالد! تمہیں معلوم نہیں کہ
آنحضرتؐ نے مقتول کا مال قاتل کا بنایا ہے کہا ضرور! لیکن
میں اس مال کو چاہتا ہوں تو میں نے پھر کہا کہ تم اس کو
لوٹا دو ورنہ میں آنحضرتؐ سے کہوں گا لیکن خالد نے
انکار کر دیا جب ہم لوگ آنحضرتؐ کے پاس آئے تو تمام
واقعہ بیان کیا آنحضرتؐ نے فرمایا خالد تم اس کی چیزیں

فابی ان یرد قال عوف فاجتمعنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقصصت علیہ قصة المددی وما فعل خالد فقال رسول اللہ صلعم یا خالد اردد علیہ ما اخذت فقلت دونك یا خالد الم اف لك فقال رسول اللہ صلعم وما ذاك فاخبرته فغضب رسول اللہ صلعم وقال یا خالد لا ترد علیہ هل انتم تارکوا امرائی لکم صفوة امرهم وعلیهم کدرة (رواہ مسلم وابوداؤد عن جبیر بن نضیر بن عوف)

اسے واپس کردو۔ میں نے کہا خالد! تم پر افسوس ہے میں نے پہلے ہی کہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے جب میں نے یہ بات کہی تو آنحضرتؐ غضب آلود ہوئے اور فرمایا "خالد مت واپس کرو!" پھر عام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگ ہمارے امراء کو چھوڑنا چاہتے ہو ان کی اچھی باتیں تمہارے لئے مفید ہیں اور بری چیزیں ان کے لئے خود وبال ہیں۔

ان روایتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی مال غنیمت ہاتھ آیا غنیم کے سپہ سالار بھی قتل ہوئے حضرت خالد کے ہاتھ سے ۹ تلواریں بھی ٹوٹیں حضرت خالد نے مدادی سے مال مقتول بھی لیا اور پھر آنحضرتؐ نے واپس کرایا یہ سب کچھ ہوا مگر پھر بھی مسلمانوں کو شکست ہوئی یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔

ان کی تائید اور مزید ثبوت ان اشعار سے بھی ہوتا ہے جس کو قطبة بن قتادہ عنزی مسلمانوں کے اس میمنہ نے ایک امیر کے قتل کے بعد فخریہ کہے ہیں۔

طعنت ابن رافلة بن الارمش — برمح مضی فیہ ثم انحطم

ضربت علی جیدہ ضربة — فمال کما مال غصن السلم

وسقنا نساء بنی عمہ — غداة رقوقین سوق النعم

"میں نے ابن رافلہ کو اپنے نیزے سے ایسا کاری زخم لگایا کہ اس وار کے بعد وہ ببول کی ٹہنی کی طرح مڑ کر رہ گیا (یعنی مر گیا) اور ہم اس کے خاندان کی عورتوں کو لونڈی بنا کر صبح کے وقت اونٹوں کی طرح ہنکاتے ہوئے لے گئے"

روایتوں کی صحت ان کی تائیدات اور ان اشعار کی موجودگی میں کوئی وجہ نہیں کہ ہم غزوۂ موتہ میں بھی دیگر غزوات کی طرح فتح تسلیم نہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔